OPEN ACCESS
Al-Aẓvā الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 37, Issue, 57, 2022
www.aladwajournal.com

خواتین کی معاشرتی حیثیت: سیرت النبی ﷺ اور عصری تحدیات

The Social Status of Women: *Sīrah* of Prophet (PBUH) and Modern Challenges

Hafiz Abdul Rasheed *(corresponding author)*
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
Federal Urdu University, Islamabad

Hafiz Muhammad Sajjad, Associate Professor
Department of Interfaith Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad

KEYWORDS

Sīrah, Prophet (SAW), Modern Challenges, women, social status.

Date of Publication: 29-06-2022

Abstract

Before Islam, women were victims of slavery, humiliation, oppression, and exploitation. Islam came and liberated women from slavery, humiliation, oppression, and exploitation. Islam abolished all the evil customs which were against the human dignity of women and gave them the rights which they deserved. The Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) endowed women with their rightful status and human dignity on both social and domestic levels. In the light of Islamic teachings, men and women have equal status as human beings. In that sense, no one is superior to another. Just as Islam calls men honorable and respectable, so too in the eyes of Islam women are honorable and have an important role to play in society. The biography of the Holy Prophet is a beacon for us. He proved by his practical life that a woman is pitiable and respectable in respect of mother, daughter, sister, wife, and other relationships. In Arab society, he proved by raising her four daughters that a woman is also a human being, therefore, she should also be given rights. The Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) has left out such enlightening teachings on women's social rights that by following them, women can be granted their

social rights. But even today, women are being deprived of many of their social rights. There is a need to bring the social issues of women before the society in the light of Sīrat-un-Nabī. Also mention the restrictions facing women in the present. The question arises, what is the social status of women in the light of Sīrat-un-Nabī? And what are the challenges facing women today? This article is written to answer these questions. In pre-Islamic society, women were not given any importance or status in any relationship. Socially, women's rights were completely taken away and some Arab families did not even have the right to live.

موضوعِ تحقیق کا تعارف

اسلام سے پہلے خواتین غلامی، ذلت اور ظلم و استحصال کا شکار تھیں۔اسلام نے آکر عورت کو غلامی، ذلت اور ظلم و استحصال کے بندھنوں سے آزاد کرایا۔ اسلام نے ان تمام بُری رسوم کو ختم کر دیا جو خواتین کے انسانی وقار کے منافی تھیں اور اُن کو وہ حقوق عطا فرمائے جن سے وہ معاشرے میں اس عزت و تکریم کی مستحق قرار پائی جس کے مستحق مرد ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لاَ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ۔[1]

"اُن کے خدا نے ان کی دعا کو درجۂ قبولیت عطا فرمایا کہ میں تم سے کسی کام کرنے والے کے کام کو رائیگاں نہیں ہونے دوں گا،اس کا تعلق رجال سے ہو یا نساء سے۔"

نبی اکرم ﷺ نے معاشرتی اور خانگی ہر دو سطح پر خواتین کو ان کے درست مقام و مرتبے اور انسانی عزت و عظمت سے نوازا۔ حقیقت میں معاشرے میں خواتین کو عطا کیا جانے والا مقام و مرتبہ اس لحاظ سے بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس عزت افزائی کی وجہ سے نہ صرف خود ان کی شخصیت اور ان کے کردار کا تعین ہوتا ہے بلکہ پورا معاشرہ ان سے متاثر ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حقیقی والدہ تو آپ ﷺ کے بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں لیکن آپ ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے اُن کے لیے اپنی چادر بچھائی اور خود اُن کے سامنے دوزانو ہر کر تشریف فرما ہو گئے۔[2] آپ ﷺ کی دودھ شریک بہن شیما جنگ حنین میں گرفتا ہوئیں تو آپ ﷺ نے انہیں ایک دستہ کے ساتھ مختلف تحائف دے کر رخصت فرمایا۔[3] ازواج مطہرات کے ساتھ اپنے عمل کی خود گواہی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلی۔[4]

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔"

نبی اکرم ﷺ نے اپنے قول و عمل سے یہ ثابت کیا کہ بیٹیاں شفقت کی مستحق ہوتی ہیں۔آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ سیدہ جب آپ ﷺ کی بارگاہ میں آتی توآپؐ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے، ان کو بوسہ دیتے، ہاتھ پکڑ لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔[5] بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے والے لوگوں کے سامنے آپ ﷺ نے اپنی چاروں صاحبزادیوں کی پرورش فرمائی،ان کے سر پر دستِ شفقت رکھا اور ان لوگوں کو یہ دکھایا کہ بیٹیوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔خواتین کے معاشرتی حقوق سے متعلق اسلام نے ایسی روشن تعلیمات چھوڑی ہیں کہ اُن پر عمل کر خواتین کو اُن کے معاشرتی حقوق عطا کیے جاسکتے ہیں۔لیکن اس کے باوجود دورِ حاضر میں خواتین کو اُن کے بہت سارے معاشرتی حقوق سے محروم کیا جارہا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں خواتین کے معاشرتی مسائل کو معاشرے کے سامنے لایا جائے۔نیز دورِ حاضر میں خواتین کو درپیش تحدیات کو ذکر کیا جائے۔اسی مقصد کی تکمیل کے لیے زیر نظر مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں خواتین کی معاشرتی حیثیت

دینِ اسلام انسانوں کے لیے عزت، وقار، عظمت اور حقوق کے تحفظ کا پیغام لے کر آیا۔اسلام کی آمد سے پہلے معاشرے کے کمزور افراد طاقتور افراد کے ماتحت تھے۔تاہم اس معاشرے میں خواتین کی حالت سب سے زیادہ کمزور تھی۔نبی اکرم ﷺ نے عورت کے مذہبی، سیاسی، قانونی، انتظامی اور معاشرتی حقوق کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اس کے تمام حقوق کی ضمانت بھی عطا فرمائی۔مرد اور عورت کے ماں، بہن، بیوی اور بیٹی چار بنیادی رشتے ہوتے ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل کے ساتھ ان چاروں کی معاشرتی اجاگر کر کے لوگوں کو بتلایا کہ خواتین معاشرے کا اہم فرد ہیں۔

ا۔نبی اکرم ﷺ کا والدہ کے ساتھ سلوک

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ تو اس وقت وفات پا گئی تھیں جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ابھی صرف چھ سال تھی۔لیکن آپ ﷺ کی رضاعی مائیں تھیں،جب وہ آپ ﷺ سے ملنے کے لیے آتیں تو آپ ﷺ ان کا ادب واحترام کرتے اور محبت و پیار کے ساتھ پیش آتے۔حضرت سیدہ ثویبہ رضی اللہ عنہا کا شمار بھی آپ ﷺ کی رضاعی ماؤں میں ہوتا ہے۔یہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں برابر آیا کرتی تھیں اور آپ ﷺ اپنی اس ماں کے سات حسنِ سلوک،صلہ رحمی اور نیکی سے پیش آیا کرتے تھے۔اُن کی شان کے مطابق

اُن کو عزت دیتے ، اُن کی ضروریات کو پورا کرتے اور انہیں مختلف اقسام کے مال بھی عطا فرمایا کرتے تھے ۔ بلاذری[6] لکھتے ہیں :

وكانت ثويبة تأتى النبیﷺ فيبرها ويكرمها۔[7]

"حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتی تو آپ ﷺ ان کے ساتھ نیکی سے پیش آتے اور اُن کی عزت افزائی کرتے۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔آپ ﷺ کی کی وجہ سے وہ بھی حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا احترام کیا کرتی اور اُن کو نوازتی تھیں۔یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ابو لہب ہاشمی کو کہا تھا کہ وہ انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دے تاکہ ان کو کامل آزادی نصیب ہو جائے۔اس حوالے سے علامہ سہیلی کے الفاظ یہ ہیں :

وكانت خديجة تكرمها وهى ملك ابى لهب وسألته ان يبعها فامتنع۔[8]

"حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اُن کی عزت کرتی تھیں اور یہ ابو لہب کی ملکیت میں تھیں انہوں نے کہا کہ وہ اسے بیچ دیں اور باز آجائیں۔"

پورے مکی دور میں وہ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمات اور اُن کے انعام و اکرام سے فائدہ اٹھاتی رہیں۔یہ سلسلہ ہجرت سے تین سال پہلے تک چلتا رہا۔پھر حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت اور جود و سخا کا یہ سلسلہ صرف مکی زندگی تک محدود نہیں رہا بلکہ مدنی زندگی میں بھی برابر حضور ﷺ اُن کے ساتھ یہ احسان فرماتے رہے۔ مدینہ منورہ سے اُن کے لیے کپڑے ، ہدیے اور اموال وغیرہ بھیجا کرتے تھے ۔[9] نبی اکرم ﷺ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کی رضاعت کو ایک قرض اور احسانِ محبت سمجھتے تھے اور اپنے چچا محترم حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے رضاعی برادروں کے ساتھ ان کے احسان کا صلہ ان کو عطا کرنا چاہتے تھے۔

رضاعت کا مستقل سہرا حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے سر بندھتا ہے۔ حقیقت میں ان کی ذات گرامی ہی نبی اکرم ﷺ کی اصل رضاعی والدہ کہلاتی ہیں۔مختلف روایات سے پتا چلتا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضری دیا کرتی تھیں۔ مکی دور میں ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہا حضورؐ سے ملاقات کے لیے مکہ مکرمہ آئی تھیں۔اس حوالے سے امام ابن جوزی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جس شہر میں رہتی تھیں وہاں قحط نازل ہوا تو وہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں۔ اُس وقت نبی اکرم ﷺ کا نکاح حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہو چکا تھا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ کر انہوں نے قحط سالی کی شکایت کی۔سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بات سن کر آپ ﷺ نے اپنی شریکۂ حیات

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو فرمائی تو انہوں نے سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ دیا۔[10] حلبی کہتے ہیں کہ پہلی مرتبہ زیارت وملاقات میں سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لائی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو اپنی چادر پر بٹھایا۔[11] حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر نبی اکرم ﷺ کی تربیت کا ہی اثر تھا کہ انہوں نے مشکل حالات میں آپ ﷺ کی رضاعی والدہ کو مال ومتاع عطا کیا۔اس روایت کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سلسلۂ خیر وعطا قائم فرما رکھا تھا۔ بلاذری کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے انہیں ان کے خاندان والوں کے ساتھ بھلائی اور خیر کے ساتھ بھیج دیا۔[12] مدنی دور میں نبی اکرم ﷺ سے حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات کی ایک مرتبہ حنین[13] کے زمانے میں ہوئی۔ کچھ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے ان بڑے شاندار طریقے سے اُن کا استقبال فرمایا اور اُن کی شان کے مطابق انہیں مقام ومرتبہ عطا فرمایا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی جس نے بچپن میں نبی اکرم ﷺ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا تھا تو آپؐ نے "میری ماں، میری ماں" کہتے ہوئے ان کا بڑے محبت بھرے انداز میں ان کا استقبال فرمایا اور اپنی چادر مبارک بچھا کر انہیں اس پر بٹھا دیا۔[14] فتح مکہ کے موقع پر ایک بڑا دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ بلاذری وغیرہ نے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

> وقدمت علی رسول اللہﷺ یوم فتح مکة وھو بالابطح ،اخت حلیمة ومعھا اخت زوجھا واھدت الیه جرابا فیه اقط ونحیی سمن ، فسأل اخت حلیمة عن حلیمة ،فاخبرته بموتھا فذرقت عیناہ ، وسألھا عمن خلفت ، واخبرته نجلة و حاجة فأمر ھا بکسوة وحمل ظعینة واعطاھا مائتی درھم وافیة وانصرفت وھی تقول نعم المکفول انت صغیرا وکبیرا۔[15]

" فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ "ابطح" نامی مقام پر تشریف فرما تھے کہ حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بہن آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں۔اُن کے ساتھ اُن کے شوہر کی بہن بھی تھیں۔انہوں نے آپؐ کی بارگاہ میں پنیر اور خالص گھی کی ایک تھیلی پیش کی۔آپ ﷺ نے اُن سے حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا سے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ وفات پاچکی ہیں۔اُن کی موت کی خبر سن کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ پھر آپ ﷺ نے اُن کے اخلاف سے متعلق پوچھا،انہوں نے اپنی ضرورت اور حاجت سے آپؐ کو آگاہ کیا تو آپ ﷺ نے انہیں کپڑے، سامان سے بھرا ہوا ایک اونٹ اور دوسو درہم عطا فرمایا۔ واپس جاتے ہوئے کہنے لگیں کہ آپ ﷺ بچپن اور بڑے ہو کر بہترین زیرِ کفالت بچے رہے ہیں۔"

قبیلہ ہوازن اور قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے جو دلیل استعمال کی،اس کو علامہ شبلی نے بڑے احسن انداز میں بیان کیا ہے۔جب یہ لوگ حضور ﷺ کی بارگاہ میں اپنے قیدیوں کی رہائی کے

لیے پہنچے تو وہ عرض کرنے لگے کہ جو عورتیں چھپّروں میں محبوس ہیں انہیں میں آپ کی پھوپھیاں اور آپ کی خالائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر عرب کے سلاطین میں سے کسی نے ہمارے خاندان کی کسی عورت کا دودھ پیا ہوتا تو ان سے بڑی امیدیں تھیں۔آپ سے تو اُن سے بھی زیادہ امیدیں ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خاندانِ عبد المطلب کا جتنا حصہ ہے وہ تمہارا ہے۔ لیکن سارے قیدیوں کی رہائی کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے بعد جب لوگ جمع ہوں تو سب کے سامنے یہ اعلان کرو۔ نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے یہ اعلان کیا تو آپ ﷺ نے نے فرمایا کہ مجھے صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن اہل اسلام سے میں ان کی سفارش کرتا ہوں۔ مہاجرین اور انصار فوراً بول اٹھے کہ ہمارے حصے بھی حاضر ہیں۔اس طرح چھ ہزار افراد ایک ہی دفعہ آزاد کر دیے گئے۔ جدید اصطلاحات کی روشنی میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہوازن کے سرداروں نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے رضاعتِ نبوی ﷺ کا کارڈ استعمال کیا جو کہ صحیح تھا۔[16]

نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس عمل مبارک سے بتلادیا کہ ماں حقیقی ہو یا رضاعی، وہ قابل عزت و احترام ہے۔ اُسے ہر حال میں نہ صرف عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے بلکہ حتی المقدور اس کی خدمت کرنے کی کوشش کی جائے۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ کا بہن کے ساتھ سلوک

نبی اکرم ﷺ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ ﷺ کا نہ تو کوئی حقیقی بھائی تھا اور نہ بہن۔ البتہ رضاعی بھائی اور بہنیں ضرور تھیں۔ غزوہ حنین بڑی معرکۃ الآراء جنگ تھی۔اس کے بارے میں قرآن آتا ہے:

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ لا اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَه عَلٰي رَسُوْلِه وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْاوَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ۔[17]

"اور یاد کریں حنین کا دن جب تمہیں تمہاری کثرت تمہیں تعجب میں ڈالتی تھیں تو اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیا اور اپنی سعت اور کشادگی کے باوجود زمین تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور اہل اسلام پر سکون نازل فرمایا اور ایسے لشکروں کو نازل فرمایا جو تمہیں نظر نہیں آرہے تھے اور اس نے کفار کو عذاب دیا اور کفار کی یہی سزا ہے۔"

اس جنگ کے قیدیوں میں حضرت شیما بنت حارث رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو حضور اکرم ﷺ کی رضاعی بہن تھیں، مسلمان نہیں جانتے تھے کہ یہ حضور ﷺ کی رضاعی بہن ہیں۔بی بی شیما بڑھاپے کی حدود سے گزر رہی تھیں، انہوں نے سپاہیوں سے فرمایا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ میں تمہارے صاحب کی رضاعی بہن ہوں۔ لہٰذا میرے ساتھ ادب سے بات کرو۔ لیکن سپاہیوں کو یقین نہ آیا۔ وہ انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں لے

آئے۔سیدہ شیما رضی اللہ عنہا نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی۔ ایک دفعہ بچپن میں آنحضرت ﷺ نے انہیں دانت سے کاٹا تھا، یہ اس کا نشان تھا۔ یہ دیکھ کر فرط محبت سے آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اپنی ردا مبارک بی بی شیما کے بیٹھنے کے لئے بچھادی، محبت کی باتیں کیں اور فرمایا کہ اے بہن تم میرے یہاں رہنا چاہو تو تمہارا گھر ہے اور اگر واپس تشریف لے جانا چاہو تب بھی مجھے اصرار نہیں۔ سیدہ شیما نے اپنے قبیلہ میں جانے کو ترجیح دی۔ مگر اسی روز مسلمان ہو گئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انھیں غلام اور اموالِ خمس میں سے کچھ حصہ دے کر رخصت فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ نے بی بی شیما کو ایک غلام مکحول نامی اور ایک لونڈی عطا فرمائی۔ شیما نے مکحول کی شادی لونڈی سے کر دی اور بنی سعد میں اس کی نسل موجود ہے۔[18] نبی اکرم ﷺ کے اس عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہن ایک قابل عزت رشتہ ہے۔اس کو ہمیشہ احترام و عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ کا ازواج مطہرات کے ساتھ سلوک

خواتین کو بیوی ہونے کی حیثیت سے نبی اکرم ﷺ نے وہ معاشرتی مقام عطا فرمایا جو کسی بھی معاشرے نے اسے نہیں دیا۔ آپ ﷺ کی کل ۱۱ جبکہ ایک وقت میں ۹ بیویاں تھیں۔ اتنی خواتین کے ساتھ نکاح کرنے کی محققین نے کئی حکمتیں بیان کی ہیں۔ اُن میں سے ایک حکمت یہ تھی کہ اس کے ذریعے وہ احکام لوگوں تک پہنچائے جائیں جن کی تبلیغ امہات المؤمنین کے ذریعے ہی ممکن تھی۔[19] ایک حکمت یہ تھی کہ کچھ ایسی معلمات معرض وجود میں آجائیں، جو امت محمدیہ کی خواتین کو دین اسلام کے احکام کی تعلیم دی سکیں۔ کیونکہ بہت سارے مسائل ایسے ہوتے تھے جن کو بتانے میں حیا مانع ہو جاتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لیے ضروری تھا کہ آپ ﷺ اپنی زندگی میں ہی ان تمام مسائل کا حل پیش کر جاتے جن سے لوگوں کو واسطہ پڑتا ہے۔ گھر سے باہر پیش آمدہ مسائل کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیکھ اور سن کر یاد کر لیتے تھے لیکن گھر گھر کی چار دیواری میں پیش آنے والے مسائل کا حفظ اور پھر ان کا لوگوں تک پہنچانے کے صرف یہی ذریعہ تھا کہ آپ ﷺ متعدد خواتین سے نکاح فرماتے۔ وہ مقدس خواتین گھر میں پیش آنے والے مسائل لوگوں تک پہنچاتی۔ایک حکمت یہ تھی کہ مختلف قبائل کے ساتھ رنجش کا خاتمہ کیا جائے۔[20] ایک حکمت یہ تھی کہ مختلف قبائل کے ساتھ تعلقات قائم کیے جائیں۔[21] ازواج مطہرات کے ساتھ نبی اکرم ﷺ ہمیشہ حسنِ سلوک سے پیش آتے اور انہیں ہمیشہ عزت و احترام عطا فرماتے۔ ازواج کے بارے میں آپؐ کا ارشاد گرامی ہے:

"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي۔[22]"

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب

سے بہتر ہوں۔"

نبی اکرم ﷺ اپنے گھر والوں کس قدر بہتر تھے۔ اس کا انداز آپ ﷺ کی عائلی زندگی کو پڑھ کر کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں چند احادیث طیبہ اس حوالے سے پیش کی جارہی ہیں:

۱۔ حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی اکرم ﷺ گھر میں کیا فرمایا کرتے تھے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كَانَ يَكُوْنُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِه، تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِه، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ۔[23]

"آپ ﷺ گھر کے کام کرتے تھے اور نماز کے وقت نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔"

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنی ازواج میں سے کسی زوجہ محترمہ کے پاس تشریف فرما تھے کہ باقی امہات المومنین میں سے کسی نے آپ ﷺ کے لیے کھانا بھیجا، جن کے گھر آپ ﷺ تشریف فرما تھے انہوں نے خادم کے ہاتھ پر کوئی چیز ماری، جس کی وجہ سے وہ برتن ٹوٹ گیا۔ آپ ﷺ نے اس برتن کے ٹکڑے جمع کیے پھر گرے ہوئے کھانے کو جمع فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ماں کو غیرت آگئی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے اس خادم کو اس وقت تک روکے رکھا جب تک گھر والی زوجہ محترمہ نے نیا برتن منگوا کر نہ دیا۔ ٹوٹا ہوا برتن انہی کے گھر میں رہنے دیا۔[24]

۳۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نبی اکرم ﷺ کے پاس تھی تو لڑکیوں کے ہمراہ کھیل کود کیا کرتی تھی، وہ لڑکیاں میری سہیلیاں تھیں۔ جب حضورؐ تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتی۔

فَيُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِي۔[25]

"حضور ﷺ اُن کو میرے پاس بھیجتے اور وہ میرے ساتھ دوبارہ کھیلنا شروع کر دیتیں۔"

۴۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے وہ منظر آج بھی نظر آرہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ میرے گھر کے دروازے پر تشریف فرما تھے اور مجھے آپ ﷺ اپنی چادر مبارک میں چھپائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کی مسجد میں حبشی لوگ جنگی مشقیں کر رہے تھے۔

ثُمَّ يَقُوْمُ مِنْ أَجْلِي حَتّٰى أَكُوْنَ أَنَا الَّتِي أَنْصَرِفُ، فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ، حَرِيْصَةً عَلَى اللَّهْوِ۔[26]

"حضور ﷺ وہاں میری وجہ سے قیام فرما رہے۔ میرا دل بھر گیا اور میں خود وہاں سے چلی گئی۔
اب تم خود اندازہ کر لو کہ ایک کمسن اور کھیل کی شائق لڑکی کتنی دیر کھیل کو دیکھتی ہے۔"

۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ایک غیر عربی پڑوسی تھا، اسے سالن بنانے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ ایک دن اس کا جی چاہا کہ میں حضور ﷺ کی دعوت کروں۔ اس مقصد کے

لیے اس نے بہترین قسم کا سالن تیار کیا۔جب وہ آپ ﷺ کو بلانے گیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ دعوت میرے اکیلے کی ہے یا عائشہ بھی ساتھ ہوں گی ؟اس نے عرض کیا کہ آپ اکیلے کی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس دعوت میں نہیں آسکتا۔اس شخص نے دوسری مرتبہ پھر دعوت کی تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ میری اکیلے کی ہے یا عائشہ بھی ساتھ ہوں گی ؟ تو اس نے کہا کہ آپ اکیلے کی۔ تو آپ ﷺ نے پھر جانے سے انکار فرمادیا۔اس نے تیسری مرتبہ پھر آپ ﷺ کی دعوت کی تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ میرے اکیلے کی ہے یا عائشہ کی بھی ؟اس نے عرض کیا کہ عائشہ کی بھی۔

فَقَامَ يَتَدَافِعَانِ حَتّٰى أَتَيَا مَنْزِلَه۔[27]

"پھر دونوں ایک دوسرے کو تھامتے ہوئے اُٹھے اور اُس شخص کے گھر تشریف لے گئے۔"

۶۔حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جب آپ مجھ سے راضی ہوتی ہو تب بھی مجھے پتا چل جاتا ہے اور جب آپ مجھ سے ناراض ہوتی ہو تب بھی مجھے پتا چل جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! وہ کیسے ؟نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آپ مجھ سے راضی اور خوش ہوتی ہیں تو آپ کہتی ہیں کہ محمد ﷺ کے رب کی قسم اور جب آپ مجھ سے ناراضی ہوتی ہیں تو کہتی ہیں کہ ابراہیم کے رب کی قسم۔سیدہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ

أَجَلْ، وَاللهِ، يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَکَ۔[28]

"اللہ کی قسم ! یارسول اللہ ! اُس وقت میں صرف آپ کا نام ہی تو چھوڑتی ہوں۔"

نبی اکرم ﷺ کی کی زندگی مبارکہ کے اس پہلو سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کو اپنی بیوی کے اتنا قریب ہونا چاہیے کہ اس کے ناراضگی اور خوشی کے جذبات کو آسانی سے سمجھ لے۔اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ شوہر بیوی کے ساتھ اس کے رویے کے مطابق بات کرے گا۔

۷۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھیں کہ میں نے آپؐ کے ساتھ دوڑ لگائی۔اس دوڑ میں حضور ﷺ سے میں آگے نکل گئی۔کچھ وقت گزرنے کے بعد جب میرا وزن زیادہ ہو گیا تو پھر ہم نے دوڑ لگائی جس میں نبی اکرم ﷺ آگے نکل گئے تو آپؐ نے ارشا فرمایا:

هٰذِهِ بِتِلْکَ السَّبْقَةِ۔[29]

"عائشہ ! یہ اُس جیت کا بدلہ ہو گیا۔"

سیرت النبی ﷺ کے اس پہلو سے واضح ہوتا ہے کہ شوہر اور بیوی آپس میں کوئی کھیل کھیل سکتے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کھیل کھیلنے کی وجہ سے ذہنی تھکاوٹ ختم ہو جاتی ہے اور وہ تروتازہ ہو جاتا ہے۔

۸۔حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی

اکرم ﷺ کے گھر مبارک کی طرف گئے اور آپ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ اندر داخل ہو کر انہوں نے دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے بلند آواز سے بات کر رہی ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انہیں تھپڑ مارنے کے لیے یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ تمہیں پتا نہیں چل رہا کہ تم نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اپنی آواز کو اونچا کر رہی ہو۔ نبی اکرم ﷺ چونکہ وہاں خود تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے انہیں تھپڑ مارنے سے روک دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غصے سے بھرے ہوئے تھے وہ اسی حالت میں باہر چلے گئے۔ اُن کے لیے جانے کے بعد حضور ﷺ نے سیدہ سے فرمایا:

كَيْفَ رَأَيْتِنِي أَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ، قَالَ: فَمَكَثَ أَبُوْ بَكْرٍ أَيَامًا، ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا، فَقَالَ لَهُمَا: أَدْخِلَانِي فِي سِلْمِكُمَا كَمَا أَدْخَلْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم : قَدْ فَعَلْنَا، قَدْ فَعَلْنَا۔[30]"

" دیکھا میں نے تمہیں اِس آدمی سے کیسے بچا لیا؟ کچھ دنوں بعد دوبارہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اندر آنے کی اجازت طلب کی اور دونوں کو باہم خوش پایا تو عرض کیا کہ مجھے اپنی صلح میں شامل کر لیں جیسے اپنی لڑائی میں شامل کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے شامل کر لیا، ہم نے شامل کر لیا۔"

سیرت النبی ﷺ کی اس پہلو سے معلوم ہوتا ہے کہ خاوند اور بیوی کی آپس میں کسی وجہ سے اگر رنجش ہو جائے تو اُن کو یہ معاملہ خود سلجھانا چاہیے۔

۹۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سفر کرنے سے پہلے نبی اکرم ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ناموں کی قرعہ اندازی کرتے، جس کا نام نکلتا اسے اپنے ساتھ سفر پر لے جاتے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج میں سے ہر ایک کے لیے ایک دن اور رات مقرر کر رکھے تھے۔ یعنی ہر زوجہ محترمہ کے پاس ایک دن اور ایک رات قیام فرماتے تھے۔ صرف حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اس حکم سے مستثنیٰ تھیں۔ اس کی وجہ سیدہ عائشہ صدیقہ خود بیان فرماتی ہیں کہ

وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ رضي الله عنها زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم تَبْتَغِي بِذَالِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم۔[31]

" اُنھوں نے اپنی باری اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی ہوئی تھی اور اِس سے اُن کا مقصود آپ ﷺ کی رضامندی تھی۔"

اگر ایک آدمی کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اُن کے درمیان عدل و انصاف سے کام لے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آدمی پر واجب پر اور ضروری ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے مابین

تقسیم کرنے میں عدل انصاف سے کام لے، مجھے اس بارہ میں کسی بھی مخالفت کا علم نہیں۔[32] علامہ ابن حزم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بیویوں کے مابین عدل انصاف اور برابری کرنا فرض ہے، اور یہ عدل راتوں کی تقسیم میں سب سے زیادہ ہونا چاہیے۔[33] لہٰذا شوہر کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کرے، جن امور میں اسے انصاف کرنا واجب ہے اس میں تقسیم اور باری بھی شامل ہے۔اس لیے اسے چاہیے کہ وہ ہر ایک بیوی کے لیے ایک دن اور رات مقرر کرے اور پھر اس دن رات میں اس کے پاس لازمی رہے۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ کا بیٹی کے ساتھ سلوک

اسلام کی آمد سے پہلے عرب کے کچھ قبیلوں میں بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔ان حالات میں نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف اپنے قول سے لوگوں پر واضح کیا کہ بیٹیاں شفقت و محبت کی مستحق ہوتی ہیں بلکہ اپنی چاروں بیٹیوں کی پرورش کی، ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور لوگوں کو دکھایا کہ بیٹیوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔[34] ایک مقام پر آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ناراضگی ناراض ہوتا ہے اور اور آپ کی رضا پر راضی ہوتا ہے۔[35] ایک جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ میری ٹہنی ہے جس چیز سے اسے خوشی ملتی ہے اس سے مجھے خوشی ملتی ہے اور جو چیز اسے تکلیف پہنچاتی ہے وہ چیز مجھے تکلیف پہنچاتی ہے۔[36] سیدہ سے نبی اکرم ﷺ کی محبت کے ایک انداز کو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دیتی رہتی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ جب انہیں آتے ہوئے دیکھتے تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر انہیں خوش آمدید کہتے، ان کو بوسہ دیتے اور انہیں اپنی اس جگہ پر بٹھا دیتے جہاں آپ ﷺ پہلے خود تشریف فرما ہوتے۔ بالکل یہی معاملہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اس وقت فرماتی جب حضور ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے کہ حضور ﷺ کو آتا دیکھ کر کھڑے ہو کر خوش آمدید کہتی اور آپ ﷺ کو بوسہ دیتی۔[37] نبی اکرم ﷺ کی چاروں بیٹیاں جوان ہوئیں اور اُن کی شادیاں بھی ہوئیں۔ان چاروں میں سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی نبی اکرم ﷺ کے بعد زندہ رہیں۔ باقیوں کا وصال پہلے ہی ہو چکا تھا اور اُن کی نسل بھی آگے نہیں چلی۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل آگے چلی۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ باقی انسانوں کی نسل بیٹوں سے چلتی ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ کی نسل اُن کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آگے چلی ہے۔آج دنیا میں جتنے بھی سادات عظام ہیں وہ سب ہی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہیں۔

۵۔ دیگر خواتین کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا سلوک

نبی اکرم ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔انسانوں میں سے آپ ﷺ نے نہ صرف مردوں پر شفقت فرمائی بلکہ خواتین کو بھی اُن کا مقام و مرتبہ عطا فرمایا۔آپ ﷺ سب کے کام کر دیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے کبھی یہ فرق نہیں کیا کہ یہ آزاد ہے یا غلام۔کسی کی مدد کرنے کے معاملے میں آپؐ کبھی عار اور شرم محسوس نہیں کیا کرتے تھے۔مدینہ منورہ کی باندیوں میں سے اگر کوئی باندی آپؐ کو کوئی کام کہتی تو آپ ﷺ اس کام بھی کر دیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی کوئی بھی باندی کسی کام کے سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کسی بھی جگہ لے جاتی تھی۔[38] نبی اکرم ﷺ یہ شفقت صرف عقل مند لوگوں کے ساتھ ہی نہیں فرمایا کرتے بلکہ کم عقلوں اور پاگلوں کے ساتھ بھی آپ ﷺ کا یہی معاملہ تھا۔مدینہ منورہ کی ایک خاتون کی عقل خرابی تھی۔یعنی اس کی عقل ٹھیک نہیں تھی تو اس نے ایک مرتبہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ! مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے ام فلاں ! مدینہ منورہ کی جس گلی میں چاہو میرا انتظار کرو میں تمہارا کام کر دوں گا۔ یہ کہنے کے بعد آپ ﷺ نے راستہ میں ہی اس کا مسئلہ حل فرما دیا۔[39] ان روایات میں مدینہ منورہ کی قید اتفاقی ہے۔ یعنی کسی بھی علاقے ، کسی بھی قبیلے اور کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے کا کوئی بھی آدمی آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاجت کے لیے حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اس کی حاجت روائی فرماتے۔

٦۔ خیارِ بلوغ اور سیرت النبی ﷺ

باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور ولی کے کیے ہوئے نکاح کو بلوغت کے بعد رد کر دینے کے اختیار کو خیارِ بلوغ کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ایک ایسا واقعہ ملتا ہے جس میں ایسے نکاح کو رد کیا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔انہوں نے اپنے پیچھے خویلہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص سے ایک صاحبزادی چھوڑی اور اپنے بھائی قدامہ بن مظعون کو وصیت کی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں میرے خالو تھے۔ میں نے قدامہ بن مظعون کو عثمان بن مظعون کی بیٹی سے پیغامِ نکاح بھیجا تو اس نے میرا نکاح اس سے کرا دیا۔اس لڑکی ماں کسی کے ساتھ اس کا نکاح کرنا چاہتی تھی۔لڑکی بھی اپنی ماں کے ساتھ تھی۔لہٰذا لڑکی اور اس کی ماں دونوں نے اس نکاح سے نکار کر دیا۔یہ معاملہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔قدامہ بن مظعون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور میرے بھائی نے مجھے اس کے متعلق وصیت کی تھی۔اس لیے میں نے اس کی شادی اس کے ماموں زاد عبداللہ بن عمر سے کر دی۔ میں نے اس کی بھلائی اور کفو میں کوئی کمی نہ کی لیکن یہ

عورت اپنی ماں کی خواہش کی طرف مائل ہو گئی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یتیم ہے، لہٰذا اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔[40] اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ نے لڑکی کو خیارِ بلوغ دیا ہے۔ جسے وہ بلوغت کے بعد استعمال کر کے اپنا نکاح ختم کروا سکتی ہے۔

۶۔ تعلیمِ نسواں اور سیرت النبی ﷺ

بعثت نبوی سے قبل عرب کے معاشرے میں ایسا ماحول پیدا ہو گیا تھا کہ خواتین کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ تو دور کی بات تھی اس ماحول میں خواتین کے وجود کو برداشت کرنا بھی قیامت سے کم نہ تھا اسلام نے آکر مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی تعلیم و تربیت کے حصول پر زور دیا۔ نبی اکرم ﷺ کے پیغام ہدایت کو سیکھنے سکھانے اور آئندہ نسلوں تک منتقل کرنے کے لیے انہوں نے کوئی کسر بھی نہ اٹھار کھی نبی اکرم ﷺ نے ہر مومن مرد و عورت کے لیے حصول علم کو لازمی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

طَلَبُ العِلمِ فَرِیضَۃٌ عَلٰی کُلِ مُسلِمٍ۔[41]

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

یہاں پر مسلمان سے مراد صرف مرد نہیں ہے بلکہ عورت بھی ہے کیونکہ اس سے پہلے "کل" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں "ہر ایک پر" اس کا مطلب یہ ہے کہ طلب علم کے فریضہ سے کوئی مسلمان بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خطاب بھی صرف مردوں سے نہیں بلکہ خواتین سے بھی ہے کیونکہ ان دو جگہوں کے علاوہ باقی وہ تمام جگہیں جہاں پر حصول علم کی ترغیب دی گئی ہے ان میں اگرچہ بظاہر مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے لیکن یہ مذکر کا صیغہ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کو بھی شامل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے لہٰذا آپ ﷺ کی تعلیمات کو صرف نوعِ انسانی کی ایک جنس کے ساتھ خاص کر دینا درست نہ ہو گا۔ اسلام نے خواتین میں حصول علم کے لیے اس قدر شوق، ولولہ اور جنون پیدا کر دیا کہ ان کے اندر حصول علم کی ایسی پیاس پیدا ہو گئی جس کی تسکین کے لیے انہوں نے براہ راست نبی اکرم ﷺ سے فیض یاب ہونے کی درخواست کی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خواتین نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ آپ ﷺ کے دربار میں ہمیشہ مردوں کا غلبہ رہا ہے۔ یعنی ہر کام میں مرد حضرات آگے ہیں۔ آپ ﷺ سے گزارش ہے کہ آپ ﷺ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرمائیں جو خاص ہمارے لیے ہو۔ اس میں صرف ہم خواتین آپ سے مسائل پوچھ سکیں۔ خواتین کے پرزور اصرار پر آپ ﷺ نے اُن کے لیے ایک دن مقرر فرما دیا۔ اس دن آپ ﷺ ان پاس تشریف لے جاتے، انہیں نصیحت فرماتے اور اچھے کام کرنے کا حکم ارشاد فرماتے۔ ظاہر ہے اس دوران صرف

وعظ ہی نہیں ہوتا ہو گا بلکہ خواتین کو جو مسائل در پیش ہوتے تھے وہ بھی آپ ﷺ سے پوچھ لیتی ہوں گی۔ کیوں وعظ تو اس کے علاوہ بھی ہوتے تھے جہاں مرد بھی ساتھ ہوتے تھے۔ اس وعظ میں آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ جس خاتون کے تین بچے انتقال کر جائیں تو وہ بچے اس خاتون کو دوزخ میں جانے سے روک دیں گے۔ ایک خاتون نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول! جس دو بچے انتقال کر جائیں تو وہ دو بچے بھی اس کے لیے کوئی فائدہ مند ہوں گے یا نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ دو بچے بھی اسے جہنم کی آگ سے بچالیں گے۔[42] مرد اور عورت کے معاشرتی تعلقات کی برابری، گھریلو زندگی میں خواتین کے مقام و مرتبہ، لوگوں میں عورت کی حیثیت اور مرد و خواتین کے اختیارات کی تقسیم میں جو حدود نبی اکرم ﷺ نے مقرر کی ہیں وہ حقیقی اور فطری ہیں، انہیں پر ہم واپس آئیں گے تو معاشرے میں برابری قائم ہو گی۔ اس کے بغیر معاشرے میں توازن قائم کرنا ناممکن ہے۔

خواتین کی معاشرتی حیثیت سے متعلق عصری تحدیات

دورِ حاضر میں خواتین معاشرتی اعتبار سے کچھ چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ذیل میں اُن کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:

ا۔ بیٹی کو اللہ تعالیٰ نے رحمت قرار دیا ہے۔ ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ نے بیٹی کو ایک ایسا مقام و مرتبہ عطا فرمایا جو کسی بھی معاشرے میں اسے عطا نہیں کیا گیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک غریب خاتون اپنی دو بچیوں کے ہمراہ آئی۔ میں نے اس کو تین کھجور دیئے، اس نے اپنی دو بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دے دیئے اور تیسرا کھانا ہی چاہتی تھی کہ ایک بیٹی نے وہ کھجور بھی اس سے مانگ لیا اور ماں نے اس کھجور کے دو حصے کرتے ہوئے دونوں میں برابر بانٹ دیئے اور خود کچھ نہ کھایا اور مجھے اس کا یہ عمل بہت پسند آیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی آمد ہوئی تو میں نے آپ سے اس خاتون کے عمل کا ذکر کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا اس ایک کھجور کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کے لئے جنت واجب کر دی اور اس کو جہنم سے نجات دے دی۔[43] بیٹیوں کی تربیت کو اجاگر کرنے کے لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس تین لڑکیاں، یا تین بہنیں، یا دو لڑکیاں، یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے حقوق کے سلسلے میں اللہ سے ڈرے تو اس کے لیے جنت ہے۔[44] بدقسمتی سے دورِ حاضر میں کئی گھروں میں لڑکی کی پیدائش پر غمزدگی اور افسردگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ تو باقاعدہ ماتم کر کے دکھ کا اظہار بھی کرتے ہیں حتیٰ کہ کئی پڑھ لکھے گھرانوں میں بھی لڑکی کی پیدائش پر اتنی خوشی نہیں منائی جاتی جتنی لڑکے کی پیدائش پر منائی جاتی ہے۔ اس صورتِ حال میں خواتین اپنے آپ کو گھر والوں پر ایک بوجھ محسوس کرتی ہیں۔

۲۔ وراثت میں جس طرح مردوں کے حصے مقرر کیے گئے ہیں اسی طرح خواتین کے حصے بھی مقرر کیے گئے ہیں۔

اسلام نے لازم کیا ہے کہ جس طرح مردوں کے حصے اُن تک پہنچانا ضروری ہے اسی طرح خواتین کی وراثت کا حصہ بھی اُن تک پہنچانا ضروری ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِّلرِّجَالِ نَصيِبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔[45]

"ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ لڑکوں کا حصہ ہے اور ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ لڑکیوں کا بھی حصہ ہے اور یہ حصے خدا کی طرف سے مقررہ ہیں۔"

دوسری جگہ ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے:

يُوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ۔[46]

"تمہاری اولاد سے متعلق اللہ کا یہ تاکیدی حکم ہے کہ ترکے میں لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے۔اگر اکیلی لڑکی ہو تو اسے آدھا ترکہ ملے گا اور (میت کے) ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا بشرطیکہ وہ اپنے پیچھے اولاد بھی چھوڑے، اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور وارث ماں باپ ہی ہوں تو ماں کے لئے ایک تہائی (ماں باپ کے ساتھ) بھائی بہن بھی ہوں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔"

بیٹوں کا والد مرحوم کے ترکہ میں بہنوں کو ان کا حق وحصہ نہ دینا بلکہ والد صاحب کی ساری جائداد صرف آپس میں تقسیم کرلینا بلاشبہ بہنوں کی حق تلفی اور ان کے ساتھ ظلم وزیادتی اور اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ دورِ حاضر میں اکثر لوگ اپنی بہنوں کو وراثت سے حصے نہیں دیتے۔اگر وہ مانگتی ہیں تو انہیں شرمندہ کیا جاتا ہے۔

۳۔ نکاح کے بعد اسلام نے عورت کو حق دیا ہے کہ اگر اس کا خاوند اس سے اچھا سلوک نہیں کرتا اور اچھے طریقے سے اس کے حقوق پورے نہیں کرتا تو وہ عدالت سے رجوع کرکے اس سے خلع لے سکتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ۔[47]

"پس اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو (اندریں صورت) ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی حاصل کرلے۔"

بہت ساری احادیث طیبہ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أن امرأة ثابت بن قيس أتت النبي ﷺ فقالت : يا رسول الله. ثابت بن قيس، ما اعتب عليه في خلق ولا دين، ولكني اكره الكفر في الاسلام. فقال رسول الله ﷺ : أتردين عليه حديقته؟ قالت : نعم. قال رسول الله ﷺ : اقبل الحديقة و طلقها تطليقة۔[48]

"حضرت ثابت بن قیس کی اہلیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں : یارسول اللہ ! میں کسی بات پر ثابت بن قیس سے ناخوش نہیں ہوں، نہ ان کے اخلاق سے اور نہ ان کے دین سے، لیکن میں اسلام میں احسان فراموش بننا ناپسند کرتی ہوں۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : کیا تم ان کا باغ واپس دینا چاہتی ہو؟ اُنہوں نے کہا : ہاں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ان کا باغ دیدو اور ان سے طلاق لے لو۔"

چونکہ بیوی پر شوہر کے کوئی مالی حقوق واجب نہیں ہوتے، اس لئے شریعت نے طلاق کا حق مرد کو دیا ہے اور عورت کے لئے خلع کا حق رکھا ہے تاکہ اس کے پاس بھی تفریق کا حق موجود ہو۔ لیکن دور حاضر میں عورت کو ایسا کرنے پر عار دلائی جاتی ہے۔ ایسا کرنا سراسر اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

۴۔ اسلام کی ابتداء ہی علم سے ہوئی۔ اس نے ہمیشہ علم کے حصول پر زور دیا۔ اس ضمن میں اسلام نے مرد و عورت کے درمیان تمیز نہیں کی۔ جس قدر علم کا حصول مردوں پر لازم کیا اسی قدر خواتین پر بھی ضروری کیا۔ پہلی وحی کے نزول میں ہی تعلیمات کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ Oخَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ Oاقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ Oالَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ Oعَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔[49]

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کی تعلیم و تربیت کو اتنا ہی اہم اور ضروری قرار دیا ہے جتنا کہ مردوں کی۔ اسلامی معاشرے میں یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی شخص لڑکی کو لڑکے سے کم درجہ دے کر اس کی تعلیم و تربیت نظر انداز کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :

الرجل تكون له الامة فيعلمها فيحسن تعليمها و يودبها فيحسن ادبها ثم يعتقها فيتزوجها فله اجران۔[50]

"اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اسے تعلیم دے اور یہ اچھی تعلیم ہو۔ اور اس کو آداب مجلس سکھائے اور یہ اچھے آداب ہوں۔ پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس شخص کے لیے دوہرا اجر ہے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام اگر باندیوں تک کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کو کارِ ثواب قرار دیتا ہے تو وہ آزاد لڑکوں اور لڑکیوں کے تعلیم سے محروم رکھے جانے کو کیونکر گوارا کر سکتا ہے۔ بڑے تعجب سے کہنا پڑھ رہا ہے کہ دورِ حاضر میں کچھ خاندان ایسے بھی ہیں جو مردوں کے لیے تعلیم کو درست قرار دیتے ہیں لیکن خواتین کے لیے ناجائز قرار دیتے ہیں۔

۵۔ مسلم خواتین میں اکثر خود نہیں کماتی بلکہ ان کی روزی وغیرہ کا دارو مدار والد، بھائی، شوہر اور بیٹے کی کمائی پر ہوتا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم خواتین میں سے اکثر ایسے کاموں کو ترجیح دیتی ہیں جو گھر میں کیے جاسکیں۔ دور حاضر میں گھر میں کیے جانے والے کام تقریباً ختم ہوتے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ بیروزگاری کا شکار ہو گئی ہیں اور اُن کا انحصار مرد حضرات پر ہے۔

خلاصہ بحث

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مرد و عورت انسان کی حیثیت سے برابر ہیں ۔اس ضمن میں نہ تو مرد کی مردانگی قابلِ فخر ہے اور نہ ہی عورت کی نسوانیت باعثِ شرمندگی۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے یہ واضح فرمادیا کہ جس طرح مرد قابلِ احترام اور قابل عزت ہے اسی طرح خواتین بھی قابلِ احترام ہیں۔آپ ﷺ کی سیرت سے ثابت ہے کہ عورت اگر بیوی ہے تو اس کا خرچہ اس کے شوہر پر، اگر بیٹی ہے تو اس کے باپ پر اور اگر بہن ہے تو اس کے بھائی پر لازم ہے، وراثت سے اُن کو باقاعدہ حصہ دیا جائے گا، شوہر کے انتخاب میں اسی آزادی حاصل ہے، نکاح کے بعد وہ خلع لے سکتی ہے اور گھر کی خواتین سے مشورہ کیا جاسکتا ہے۔ اس پُر فتن دور میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ خواتین کی معاشرتی حیثیت سے متعلق سیرت النبی ﷺ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے اور یہی ہماری بنیاد ہے ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دورِ حاضر میں ایسے اقدامات کیے جائیں جن سے لوگ بیٹی کی پیدائش پر ندامت کی بجائے خوشی کا اظہار کریں، بہنوں کو وراثت سے خوشی خوشی حصہ دیں، عورت کو خلع لینے پر شرمندہ نہ کریں اور علم کے حصول میں اُن کے لیے رکاوٹ پیدا نہ کریں۔اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے زیر نظر مضمون تحریر کیا گیا ہے۔

نتائج

زیر نظر موضوع سے حاصل ہونے والے نتائج درج ذیل ہیں :

۱۔ قبل از اسلام معاشرے میں خواتین کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ کسی بھی رشتے میں اس کی عزت اور اور اس کو مقام و مرتبہ عطا نہیں کیا جاتا تھا۔ معاشرتی اعتبار سے عورت کے حقوق مکمل طور پر ضبط کر لیے گئے تھے حتیٰ کہ عرب کے کچھ خاندانوں میں اسے زندہ رہنے کا بھی حق حاصل نہیں تھا۔

۲۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسان ہونے کے اعتبار سے مرد و خواتین کی حیثیت برابر ہے۔ اس اعتبار کسی کو بھی دوسرے پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔

۳۔ اسلام نے جس طرح مرد حضرات کو قابل عزت اور قابل احترام کہا ہے اسی طرح اسلام کی نظر میں خواتین بھی قابل عزت ہیں اور معاشرے میں اُن کا اہم کردار ہے۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی عملی زندگی سے ثابت کیا کہ ماں، بیٹی، بہن، بیوی اور باقی دوسرے رشتوں کے اعتبار عورت قابل رحم اور قابل احترام ہے۔ عرب کے معاشرے میں آپ ﷺ نے اپنی چار بیٹیوں کی پرورش کر کے ثابت کر دیا کہ عورت بھی انسان ہے۔ لہذا اسے بھی حقوق عطا کیے جائیں۔

حواشی و حوالہ جات

1 آل عمران ۳:۱۹۵

Āl-'Imrān 3:195

2 الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، بیروت: دار الاعلام، س ن، ج ۴، ص ۳۷۴

Al-Iṣti'āb fi Ma'rifah al-Aṣḥāb, Beirūt, Dār al-a'lām, vol. 4, pg. 374

3 ابن ہشام، محمد عبد الملک، السیرۃ النبویۃ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن، ج ۲، ص ۳۸۹

Ibn Hishām, Abdul Malik, al-Sīrah al-Nabawiyyah, Beirūt, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, vol. 4, pg. 389

4 ہیثمی، علی بن ابو بکر، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۱م، ج ۴، ص ۳۰۳

Haythamī, Ali ibn Abu Bakr, Majma' al-Zawā'id Manba' al-Fawā'id, Beirūt, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2001AD, vol. 4, pg. 303

5 ابن حبان، محمد تمیمی، الصحیح، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، س ن، ج ۱۵، ص ۴۰۳

Ibn Ḥibbān, Muḥammad Tamīmī, al-Ṣaḥīḥ, Beirūt, Mu'assisah al-Risālah, vol. 15, pg. 403

6 ان کا پورا نام ابو الحسن احمد بن یحیٰ بن جابر بن داوٗد البلاذری ہے۔ پیدائش ۸۰۶ء جبکہ وفات ۸۹۲ء ہے۔ تیسری صدی ہجری کے نامور عرب مؤرخ، جغرافیہ دان، شاعر اور ماہر الانساب تھے۔(الصفدی، صلاح الدین ،الوافی بالوفیات، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۰م، ج ۴، ص ۲۱۷

Al-Ṣafdī, Ṣalāh al-Din. Al-Wāfī bi al-Wafiyyāt, Beirūt, Dar Iḥya' al-Turāth al-'Arabi, 2000AD, vol. 4, pg. 217

7 بلاذری، احمد بن یحیٰ بن جابر، فتوح البلدان، بیروت: دار و مکتبۃ الہلال، ۱۹۸۸م، ج ۱، ص ۹۵

Balāzrī, Aḥmad ibn Yaḥyā ibn Jābir, Futūḥ al-Buldān, Beirūt, Dar Maktabah al-Hilāl, 1988AD, vol. 1, pg. 95

8 سہیلی، ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ، الروض الانف، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۰م، ج۵، ص۱۹۱

Suhaylī, Abu al-Qāsim Abdul Rehman, al-Rawḍ al-Unf, Beirūt, Iḥya' al-Turāth al-'Arabi, 2000AD, vol. 5, pg. 191

9 سہیلی، الروض الانف، ج۱، ص۱۶۴

Ibid, vol. 1, pg. 164

10 ابن جوزی، کتاب الحدائق فی علم الحدیث والزہدیات، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن، ج۱، ص۱۶۹

Ibn Jawzī, Kitāb al-Ḥadā'iq fi 'Ilm al-Ḥadīth wa al-Zuhdiyyāt, Beirūt, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, vol. 1, pg.169

11 حلبی، علی بن برھان الدین، سیرت حلبیہ، حیدر آباد دکن، انڈیا، ۱۸۹۴ء، ج۱، ص۱۰۳

Ḥalabī, Ali ibn Burhān, Sīrat Ḥalabiyyah, Hayderābād Dakkan, India, 1894AD, vol. 1, pg. 103

12 بلاذری، فتوح البلدان ج۱، ص۹۵

Futūḥ al-Buldān, vol. 1, pg. 95

13 حُنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ جہاں بنو ہوازن اور بنو ثقیف نام کے دو قبیلے آباد تھے۔ یہاں شوال 8ھ بمطابق جنوری، فروری630ء میں زبردست جنگ ہوئی۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قیادت میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔(بلاذری، فتوح البلدان، ج۱، ص۱۱۵)

Ibid, vol. 1, pg. 115

14 سہیلی، الروض الانف، ج۲، ص۱۹۷

al-Rawḍ al-Unf, vol. 2, pg. 197

15 بلاذری، فتوح البلدان، ج ۱، ص۹۵

Ibid, Vol. 1, pg. 95

16 شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، لاہور: مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۱۲ء، ج۱، ص۵۴۶

Shiblī Nu'mānī, Sīrat al-Nabī ﷺ, Lahore, Maktabah Islamiyyah, 2012, vol. 1, pg. 546

17 التوبۃ۹:۲۵۔۲۶

Al-Tawba 9:25,26

18 ابن سعد، ابو عبد اللہ، الطبقات الکبریٰ، بیروت: دار صادر، ۱۹۶۸م، ج۱، ص۱۱۹

Ibn Sa'ad, Abu Abdullah, al-Ṭab/qāt al-Kubrā, Beirūt, Dar āṢdir, 1968AD, vol. 1, pg. 119

19 آلوسی، محمود احمد، روح المعانی، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۸م، ج ۲۲، ص ۳۲۸

Ālūsī, Maḥmūd Aḥmad, Rḥū al-Ma'āni, Beirūt, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2008AD, vol. 22, pg. 328

20 Margolioth,D.S/Encyclopedia of Religion and Ethics,Edenburg,1967,Vol No iii,p878

21 الصابونی، محمد علی، شبہات واباطیل حول تعدد زوجات الرسول ﷺ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن، ص ۳۵

Al-āṢbūnī, Muḥammad Ali, Shubhāt wa abīṭāl Ḥawl Ta'adu Zawjāt al-Rasūl ﷺ, Beirūt, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, pg. 35

22 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی ﷺ، الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۷م، حدیث نمبر: ۳۸۹۵

Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn 'Īsā, al-Jāmī, Kitāb al-Manāqib, Bab Faḍl Azwāj al-Nabi ﷺ, al-Riyādh, Dar al-Salām li al-Nashr wa al-Tawzī', 2007AD, Ḥadīth no.3895

23 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب من کان فی حاجۃ اہلہ فاقیمت الصلوٰۃ فخرج، الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۹م، حدیث نمبر: ۶۴۴

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, al-Jāmī al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Adhān, Dar al-Salam li al-Nashr wa al-Tawzī', 2009AD, Ḥadīth no. 644

24 السجستانی، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب البیوع، باب فیمن افسد شیئا یغرم مثلہ، الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۹م، حدیث نمبر: ۳۵۶۷

Al-Sajistānī, Sulaymān ibn Ash'ath, al-Sunan, Kitāb al-Buyū', al-Riyādh, Dar al-Salam li al-Nashr wa al-Tawzī', 2009AD, Ḥadīth no. 3567

25 القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۷م، حدیث نمبر: ۲۴۴۰

Al-Qushayrī, Muslim Ibn Ḥajjāj, al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Kitāb Fada'il al-Ṣaḥābah, Dar al-Salam li al-Nashr wa al-Tawzī', 2007AD, Ḥadīth no. 2440

26 النسائی، احمد بن شعیب، السنن، کتاب صلوٰۃ العیدین، باب اللعب فی المسجد یوم العید ونظر النساء الی ذلک، الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۷م، حدیث نمبر: ۱۵۹۵

Al-Nisā'ī, Aḥmad ibn Shu'ayb, Kitāb Ṣalāh al-Eidayn, Dar al-Salam li al-Nashr wa al-Tawzī', 2007AD, Ḥadīth no. 1595

27 احمد بن حنبل، المسند، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن، حدیث نمبر: ۱۲۲۶۵

Aḥmad Ibn Ḥanbal, al-Musnad, Beirūt, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, Ḥadīth no. 12265

28 الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، المعجم الکبیر، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن، حدیث نمبر: ۱۲۲

Al-Ṭabarānī, Sulayman ibn Aḥmad, al-Mu'jam al-Kabīr, Beirūt, Dar al- Kutub al-'Ilmiyyah, Ḥadīth no. 122

29 القزوینی، محمد بن یزید، السنن، کتاب النکاح، باب حسن معاشرۃ النساء، الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۷م، حدیث نمبر: ۱۹۷۹

Al-Qazwīnī, Muḥammad ibn Yazīd, al-sunan, Kitāb al-Nikāḥ, Dar al-Salam li al-Nashr wa al-Tawzī', 2007AD, Ḥadīth no. 1979

30 البزاز، ابو بکر احمد بن عمرو، المسند، مدینہ منورہ: مکتبۃ العلوم والحکم، ۲۰۰۹م، حدیث نمبر: ۳۲۷۵

Al-Bazzār, Abu Bakr Aḥmad ibn 'Amar, al-Musnad, Madinah Munawwarah, Maktabah al-'Ulūm wa al-Ḥikam, 2009AD, Ḥadīth no. 3275

31 الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، السنن، بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ، حدیث نمبر: ۲۲۰۸

Al-Dārmī, Abdullah ibn Abdul Rehman, al-Sunan, Beirūt, Dar al-Kitāb al-Arabi, 1407AD, Ḥadīth no. 2208

32 الشافعی، محمد بن ادریس، کتاب الام، بیروت: دار ابن حزم، س ن، ج۵، ص ۲۸۰

Al-Shāfa'ī, Muḥammad ibn Idrīs, Kitāb al-Umm, vol. 5, Beirūt, Dar ibn Ḥazam, pg. 280

33 ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، المحلی، بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، س ن، ج۹، ص ۱۷۵

Ibn Ḥazam, Abu Muḥammad Ali ibn Aḥmad, al-Muhallā, Beirūt, Dar al-Fikr li al-Ṭabā'ah wa al-Nashr wa al-Tawzī', vol. 9, pg. 175

34 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر: ۳۵۱۰

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb al-Manāqib, Ḥadīth no. 3510

35 حاکم، زین الدین عبدالرحیم بن الحسین، المستدرک علی الصحیحین، قاہرہ: مکتبۃ السنۃ، ۱۴۱۰ھ، حدیث نمبر: ۴۷۳۰

Al-Ḥākim, Zayn al-Din, al-Mustadrak ala al-Ṣaḥīḥayn, al-Qāhirah, maktabah al-Sunnah, 1410H, Ḥadīth no, 4730

36 ابو نعیم، احمد بن عبداللہ بن احمد، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۹ھ، ج۳، ص ۲۰۶

Abu Nu'aym, Aḥmad ibn Abdullah, Ḥilyah al-Awliyā' wa Ṭabaqāt al-Aṣfiya', vol. 3, Beirūt Dar al-Kitāb al-Arabi, 1409H, pg. 206

37 البخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن، حدیث نمبر: ۹۴۷

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, al-Adab wa al-Mufrad, Maktabah Rahmāniyyah, Lahore, Ḥadīth no. 947

38 النووی، یحییٰ بن شرف، ریاض الصالحین، بیروت، لبنان: موئسۃ الرسالۃ، ۱۹۹۸م، حدیث نمبر: ۱۷۱

Al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharf, Riyād al-Ṣāliḥīn, Beirūt, Lebanon, Mu'assisah al-Risālah, 1998AD, Ḥadīth no. 171

39 القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الفضائل، باب قرب النبی ﷺ من الناس وتبرکہم بہ، حدیث نمبر: ۲۳۲۶

Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Fada'il, Ḥadīth no. 2326

40 دار قطنی، علی بن عمر، السنن، بیروت: دار المعرفۃ، ۲۰۰۱م، ج۳، ص ۲۳۰

Dāraquṭnī, Ali ibn Umar, al-Sunan, vol. 3, Beirūt, Dar al-Ma'rifah, 2001AD, pg. 230

41 القزوینی، السنن، المقدمۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث نمبر: ۲۲۴

Al-Sunan li al-Qazwīnī, Ḥadīth no. 224

42 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ہل یجعل للنساء یوم علی حدۃ فی العلم، حدیث نمبر ۱۰۱

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb al-'Ilm, Ḥadīth no. 101

43 الترمذی، الجامع، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات والاخوات، حدیث نمبر: ۱۹۱۵

Al-Jāmī al-Tirmidhī, Ḥadīth no. 1915

44 الترمذی، الجامع، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات والاخوات، حدیث نمبر: ۱۹۱۶

Ibid, Ḥadīth no. 1916

45 النساء ۴:۷

Al-Nisa' 4:3

46 النساء ۴:۱۱

Ibid

47 البقرۃ ۲:۲۲۹

Al-Baqarah, 2:229

48 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الطلاق، باب الخلع، حدیث نمبر: ۴۹۷۱

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Ṭalāq, Bāb al-Khul', Ḥadīth no. 4971

49 العلق ۹۶:۱-۵

Al-'Alaq 96:1-5

50 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد، باب فضل من اسلم، حدیث نمبر: ۲۸۴۹

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Jihād, Bab faḍl Man Aslama, Ḥadīth no. 2849